عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماھنامہ غزالی

جمادی الاوّل ۱۴۲۶ھ/جون 2005ء

زیر سرپرستی: مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید سعید اللہ دامت برکاتہم

بانی: ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ (خلیفہ مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ)

مدیر مسئول: ثاقب علی خان

مجلس مشاورت: مولانا محمد امین دوست، پروفیسر مسرت حسین شاہ
بشیر احمد طارق، قاضی فضل واحد، مولانا طارق علی شاہ بخاری

Reg No: P 476

جلد سوم : شمارہ :10

فہرست

فی شمارہ : ۱۵ روپے

سالانہ بدل اشتراک : ۱۸۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ : مدیر ماہنامہ غزالی

مکان نمبر: P-12

یونیورسٹی کیمپس پشاور

ای۔میل: saqipak99@gmail.com

saqi_pak99@yahoo.com

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی
صاحب دامت برکاتہم

﴿تصوف کی ضرورت و حقیقت﴾

برکۃ العصر، قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ ارشد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہٗ پاکستان کے دورے پر تشریف لائے، اس دوران اُنھوں نے پشاور یونیورسٹی میں مسجد فردوس میں طلباء و پروفیسر صاحبان سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب کو ماہنامہ غزالی کے قارئین کے لیے قلمبند کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ ماثورہ:

امابعد: گرامی قدر مکرمین و محترمین میرے بزرگو، بھائیو، دوستو، اور عزیز!۔ جیسے کہ حضرت پروفیسر صاحب (حضرت ڈاکٹر فدا صاحب) نے ابھی بیان فرمایا کہ دین کے چھ شعبے ہیں یہ سب کے سب جب زندہ ہوں تو تب دین اپنی قوت کے ساتھ زندہ ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان سب شعبوں کو اپنے فضل و کرم سے پورے عالم اسلام میں زندہ فرمائیں (آمین) اور ان میں برکتیں عطا فرمائیں۔ الحمد للہ، اللہ کا شکر ہے کہ سب شعبے کسی نہ کسی حد تک زندہ ہیں لیکن تصوّف جسے قرآن و سنت کی اصطلاح میں تزکیہ اور احسان سے یاد فرمایا گیا ہے اور جس کا خلاصہ اصلاحِ قلب یعنی دل کی اصلاح ہے، اور چونکہ انسان دل کے تابع ہے اس لیے اس شعبہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یہ بھی چونکہ دین کا ایک شعبہ ہے جسے اصطلاح میں تصوف کہا جاتا ہے۔ یہ دین کا ایک بہت اہم شعبہ ہے۔ اس وقت ہمارا یہ دورہ جس میں ہم نکلے ہوئے ہیں تصوف ہی کی مد میں ہے اور خانقاہی لائن کو مزید زندہ کرنے اور اسکی تقویت کے لیے ہی یہ دورہ ہے۔ چونکہ دین کے بقیہ شعبے الحمد للہ خوب زندہ اور تابندہ ہیں۔ گو اُن کے خلاف سازشیں بھی ہو رہی ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ سب شعبے خوب کام کر رہے ہیں۔ تصوف یا تزکیہ و احسان کے شعبے میں چونکہ خود ہمارے اہلِ حق میں بہت سُستی آ گئی ہے اور جتنا اہتمام ہمارے اکابر رحمۃ اللہ کے ہاں تھا اور جتنی اہمیت قرآن و سنت اور سلف صالحین نے اس کو دی تھی اُتنا اہتمام اس وقت ہمارے ہاں اس شعبہ میں نہیں رہا۔ اس لیے ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کے آخری جو بارہ تیرہ سال گزرے ہیں وہ اسی شعبے کے احیاء اور تقویت کی مد ہی میں گزرے ہیں۔ حضرتؒ خود ہمیشہ زبانی فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو سفروں سے طبعی نفرت تھی، سفر نہیں کرنا چاہتے تھے اور سفروں سے اتنے الرجک

(Allergic) تھے کہ خود فرماتے تھے کہ سہارنپور سے دہلی صرف ۱۲۰ میل ہے اور زیادہ سے زیادہ تین چار گھنٹے سفر میں لگتے تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب کبھی میرا سفر طے ہوتا تھا کہ فلاں دن سہارنپور سے دہلی جانا ہے تو ایک دن پہلے مجھے سہم سے بخار آجاتا تھا کہ کل سفر ہے، سہارنپور سے دہلی جانا ہے اور جب دہلی پہنچتے تو کہتے ایک دن اسکے بعد پھر تھکان کی وجہ سے بخار رہتا۔ تو طبعی طور پر تو سفر سے اتنی کراہت تھی لیکن آخری زندگی میں یہاں پاکستان بھی تشریف لائے، انگلینڈ بھی گئے، جنوبی افریقہ بھی گئے، یورپین یونین کے جزیروں میں بھی گئے اور پتہ نہیں کہاں کہاں گئے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ بس اسی لیے مارا مارا پھرتا ہوں کہ شاید اللہ میری یہ محنت کوشش قبول فرمالے اللہ تعالیٰ اسے منظور فرمالے اور اس شعبے کا اللہ تعالیٰ احیاء فرمادے۔ چونکہ قرآن وسنت میں اس شعبے کی بہت اہمیت ہے اور آپ لوگ جانتے ہیں کہ آج کل فتنوں کا زمانہ ہے، دین کے مختلف اُمور کے بارے میں عام لوگوں کے ذہنوں میں افراط وتفریط بہت ہے۔ تصوّف کا بھی یہی حال ہے، اس کے بارے میں بھی بہت افراط وتفریط ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ اور ایک اہم جزو ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت کا ذکر فرمایا ہے اور مختلف جگہوں پر تین چیزوں کو مقاصد بعثت میں شمار فرمایا ہے۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ (ال عمران: ۱۶۴) اٰيٰتِهٖ اور نمبر دو يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور نمبر تین وَيُزَكِّيهِمْ۔ یہ تین چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں بھی مقاصد بعثت کا ذکر فرمایا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ سے ہمیشہ ابتداء کی، اس لیے کہ یہی اصل اور بنیادی مقصد تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو لوگوں تک آیات کی شکل میں پہنچانا۔ رسالت کی اصل ذمہ داری یہی تھی کہ اللہ کے احکام اور آیات کو من وعن لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اس لیے يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ بنیادی مقصد رکھا گیا۔ اس کے بعد يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور وَيُزَكِّيهِمْ کہا۔ کہیں يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کو مقدم کیا گیا اور وَيُزَكِّيهِمْ کو موٴخر کیا گیا۔ اور کہیں يُزَكِّيهِمْ کو مقدم کیا گیا اور يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کو موٴخر کیا گیا۔ لیکن دونوں کا ذکر مستقل آیا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی جو آیات اُتریں وہ من وعن تلاوت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک پہنچائیں۔ آگے یہ دو شعبے رہ گئے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، وَيُزَكِّيهِمْ۔ کہ لوگوں کو کتاب و حکمت سکھائی، مفسرین عام طور پر اسکی تفسیر کتاب وسنت سے فرماتے ہیں چونکہ اس میں ساری خیر وحکمت کی باتیں ہیں یہ گویا علم کا شعبہ ہوا، اور يُزَكِّيهِمْ کہ ان کے دلوں کے پاک کرتے تھے۔ کفر وشرک سے بھی پاک

کرتے تھے، نفاق سے بھی پاک کرتے تھے اور تمام مفسرین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ جو دل میں کدورتیں اور رذائلِ تکبر، حسد، بغض، کینہ وغیرہ سارے رذیلے جو ہیں اُن سے بھی مؤمنین کے دلوں کو پاک کرتے تھے اور یہی تصوف کا خلاصہ ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں سے یہ ایک مستقل مقصدِ بعثت ہے۔

علم و تعلیم کا مقصد ہے عقل اور فکر کی اصلاح.. قرآن وسنت کے نور سے عقل وفکر کو منور کر کے اُسکی اصلاح کرنا تا کہ عقل وفکر انسان کو گمراہی کی طرف نہ لے جائے بلکہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تابع بنائے رکھے، یہ ہے علم کا مقصد۔ اور تزکیہ کا مقصد یہ ہے کہ دل میں جو گندگیاں اور دل میں جو رذائل پیدا ہو جاتے ہیں اُن سے دل کو پاک وصاف کر کے دل کو اللہ کے نور سے منور کرنا، یہ ہے تزکیہ کا مقصد، اس لیے صوفیاء کرام کا کا میدانِ عمل دل ہے ۔ یہ آپ سنتے ہوں گے کہ عارفین کو اور اولیاء اللہ کو عام طور پر اہلِ دل کہا جاتا ہے۔ حالانکہ دل تو سب کے پاس ہے حتیٰ کہ فساق وفجار وکفار کے بھی دل ہوتے ہیں، جانوروں کے بھی دل ہوتے ہیں، پھر اہلُ اللہ کو اہلِ دل کیوں کہا جاتا ہے؟ اس لیے کہ اُن کا میدانِ عمل دل ہے۔ دل کی اصلاح کرنا ہی سارے تصوف کا خلاصہ ہے، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت میں سے ایک مستقل مقصد ہے۔ پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت کے علاوہ بھی عام مسلمانوں کی تنبیہ کے لیے اور اسکی اہمیت بتانے کے لیے قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر مختلف انداز سے تزکیۂ نفس کا تذکرہ فرمایا ہے اور اسکی اہمیت بتائی ہے۔ پورے قرآن مجید میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کہیں بھی، کسی مقام پر بھی، کسی امر کو سات قسمیں کھا کر بیان نہیں فرمایا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر ایک قسم کھا کے کسی امر کو بتایا ہے، کہیں دو تین قسمیں کھائی ہیں، کہیں چار پانچ قسمیں بھی کھائی ہیں لیکن پورے قرآن مجید میں کہیں بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سات قسمیں کھا کر کسی چیز کی اہمیت نہیں بتلائی سوائے اس تزکیہ نفس کے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا O ﴿قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی﴾ یہ "وٗ" قسم ہے۔ اللہ یہ قسم کھاتے ہیں۔ پھر دوسری قسم کھاتے ہیں۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا O ﴿اور چاند کی جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آوے﴾ پھر تیسری قسم کھاتے ہیں۔ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا O، ﴿اور (قسم ہے) دن کی، پھر وَالَّيْلِ اِذَا

یَغۡشٰهَا O پھر وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا O، پھر وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا O پھر ساتویں قسم وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا O فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا O اندازہ کیجئے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خالقِ کائنات، رب العالمین، سارے جہانوں کو پیدا کرنے والا، بنانے والا، ان کو چلانے والا جو سات قسمیں کسی بات پر کھائے تو وہ کتنی اہمیت کی حامل ہوگی۔ ہم اور آپ اگر کوئی دُنیا میں کسی بات پر دو قسمیں کھالیں، تین قسمیں کھالیں تو مخاطب کہے گا بس جی.. بس بس بہت ہوگیا اور قسمیں نہ کھائیں۔ تو کوئی بات تو ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے سات قسمیں کھا کر ایک مسئلے کو بتایا۔ پورے قرآن میں اللہ نے کسی چیز کے لیے سات قسمیں نہیں کھائیں صرف یہاں اس سورت میں اللہ لگاتار سات قسمیں کھا رہے ہیں اور دو باتیں فرما رہے ہیں قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا O وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا O کہ تحقیق کامیاب ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا، اپنے دل کو گندگیوں سے، رذائل سے پاک اور صاف کیا، اور آگے وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا O تحقیق نامراد ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس کو چھپا دیا اور اسکو گندگیوں سے صاف نہیں کیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کو کتنی اہمیت سے بیان فرمایا اور دوسری جگہ فرمایا:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى O وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى O

ترجمہ: ''بامراد ہوا وہ شخص جو (قرآن سن کر خبائث عقائد و اخلاق سے) پاک ہوگیا۔ اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا۔''

اور جو دل کی بیماریاں ہیں تکبر ہے، حسد ہے عجب ہے، ریا کاری ہے انکو بھی کئی آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ سینکڑوں آیات آپ کو ملیں گی جن کا تعلق تصوف سے ہوگا اور حدیث شریف میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد موجود ہے بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلَا وَاِنَّ فِی الۡجَسَدِ مُضۡغَةً اِذَا صَلَحَتۡ صَلَحَ الۡجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الۡقَلۡبُ (بخاری)

ترجمہ: ''دیکھو ہر انسان کے جسم میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جائے گا اور اگر وہ خراب ہوا تو سارا جسم خراب ہو جائے گا آگاہ رہو کہ وہ... دل ہے۔''

ہے تو چھوٹا سا ٹکڑا لیکن اہم اتنا ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک۔ آنکھ بھی ٹھیک، کان بھی ٹھیک، زبان بھی ٹھیک، ہاتھ بھی ٹھیک، پاؤں بھی ٹھیک، سب کچھ ٹھیک اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب، پھر

فرمایا وہ...دل ہے۔ دل اگر ٹھیک ہو جائے تو انسان کا سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ حضرات صوفیاء کرام دل کی اصلاح کے ماہرین اور اسپیشلسٹ ہیں وہ فرماتے ہیں جب دل ٹھیک ہو جاتا ہے تو جسم کا ظاہر و باطن سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یعنی آنکھیں بھی ٹھیک، کان بھی ٹھیک، زبان بھی ٹھیک، ہاتھ بھی ٹھیک، پاؤں بھی ٹھیک، عقل بھی ٹھیک، فکر بھی ٹھیک، سوچ بھی ٹھیک، خیالات بھی ٹھیک، تصورات بھی ٹھیک، جذبات بھی ٹھیک، تمنائیں بھی ٹھیک، اُمنگیں بھی ٹھیک۔ اندر باہر سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے شرط یہ ہے کہ دل ٹھیک ہو جائے، اور دل اللہ کے نور سے منور ہو جائے۔ اب دل کی خرابی اور دل کا ٹھیک ہونا کیا ہے؟ اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ ہر انسان، ہر بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے، کوئی بھی گناہ چاہے وہ آنکھ سے کرے، چاہے زبان سے کرے ، چاہے کان سے کرے، چاہے ہاتھ سے کرے، چاہے پاؤں سے کرے، کوئی بھی گناہ کرے، اس کے نتیجے میں اس کے دل پر ایک دھبہ پڑ جاتا ہے، گندگی لگ جاتی ہے، پھر اگر وہ پکی ٹھیک توبہ کر کے، رو رو کے اسکو ختم نہیں کرتا اور دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو اُسکا دھبہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ بندہ گناہ پر گناہ کرتا رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں دل پر دھبے پہ دھبہ، دھبے پہ دھبہ پڑتا رہتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک وقت آتا ہے کہ اس پر قرآن کی یہ آیت فٹ ہو جاتی ہے۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (المطففین:۱۴)

ترجمہ: ''ہرگز ایسا نہیں بلکہ (اصل وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔''

انکے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اور ان گناہوں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے دھبے پڑ پڑ کے زنگ جم گیا، گند اور میل جم گئی۔ حضرات صوفیاء کرام جو دل کے ماہرین اور سپیشلسٹ ہیں فرماتے ہیں کہ جیسے دنیا میں اگر کہیں گند پڑا ہوا ہو، کہیں کسی گلی میں گند رکھ دیا جائے پھر اُس پر اور گندگی ڈالی جائے پھر اور گندگی ڈال دی جائے، ہفتہ دس دن تک وہ گندگی وہاں پڑی رہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں بیماریاں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں جب گناہ کر کر کے ہم اپنے دل کو کالا سیاہ اور گندہ کر لیتے ہیں اور وہ گندگی دل میں پڑی رہتی ہے، تو دل میں بھی دل کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسے تکبر، عجب، حسد، کینہ، بغض، ریاکاری، غفلت، حبِ جاہ، حبِ مال، آخرت کی طرف سے لاپرواہی، اللہ سے بے خوفی، یہ خطرناک بیماریاں دل میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ بیماریاں اتنی خطرناک ہیں کہ انسان کو ہلاک و برباد

کرنے والی ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم الدین'' میں جب ان امراض قلب اور رذائل قلبیہ کا ذکر کیا، تو جو باب باندھا اس کا عنوان لکھا، باب المہلکات، کہ انسان کو ہلاک کرنے والی چیزیں۔ یعنی یہ تکبر، عجب، ریا کاری، کینہ، حسد، بغض، اللہ اکبر ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں اور یہ سب کبیرہ گناہ ہیں جن پر سخت ترین وعیدیں آئی ہیں، اللہ حفاظت فرمائیں، ابھی وقت نہیں ورنہ میں آپ کو وہ حدیثیں سناتا۔ صرف دو حدیثیں سناتا ہوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لایدخلل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر

ترجمہ: ''جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ شخص جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''

اور دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اول من تسحر بھم نار جھنم ثلاثة اشخاص** یعنی ''سب سے پہلے جہنم کی آگ میں جن لوگوں کو ڈالا جائے گا وہ کافر نہیں ہوں گے بلکہ وہ مسلمان ہوں گے سب سے پہلے جن کو جہنم کی آگ میں ڈال کر آگ کو بھڑکایا جائے گا۔''

جیسے جنگل میں لکڑی کی آگ جلانی ہو تو آگ کو بھڑکانے کے لیے تاکہ موٹی لکڑی پر آگ لگ سکے ہم کاغذ، پتے، گتے وغیرہ چھوٹی چھوٹی چیزیں اس میں ڈالتے ہیں تاکہ آگ بھڑک جائے۔ پھر وہ بڑی لکڑیوں کو پکڑ لیتی ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سمجھانے کے لیے فرماتے ہیں **اول من تسحر بھم نار جھنم ثلاثة اشخاص** جن لوگوں سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ کون ؟ایک ان میں شہید ہوگا۔ اب شہید کی کتنی عظمت ہے، اللہ اکبر۔ نبیوں کے بعد درجہ ہی صدیقین، شہداء صالحین کا ہے۔ اور شہید جس نے اللہ کی راہ میں جان قربان کی ہو، اس کو بلائیں گے اللہ تعالیٰ کہیں گے اے بندے! میں نے تجھے اتنی نعمتوں سے نوازا، تم نے میرا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا۔ یا اللہ! میں تیری راہ میں ساری عمر جہاد کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اپنی جان بھی قربان کردی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے **کذبت**، تم نے جھوٹ کہا۔ کیا جھوٹ کہا؟ یہ جھوٹ نہیں کہ تم نے جہاد نہیں کیا، تم نے جان قربان نہیں کی، یہ تو سچ ہے لیکن جھوٹ یہ ہے کہ تم نے یہ کیوں کیا، تمہارے دل میں کیا گڑبڑ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ **انما فعل ، فعلت ذالک یقال کذ و کذا، وقد قیل** ۔تم نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا، کبھی اس جہاد میں، کبھی اُس جہاد میں، کبھی اس محاذ پر، کبھی اُس محاذ پر شرکت کرتے تھے تاکہ لوگ تمہاری تعریف کریں، تمہارے دل میں یہ گندگی تھی یہ میل

تھا، تمہارے دل میں یہ گڑبڑ تھی، تمہارا مقصد دل میں یہ تھا۔ اللہ کی رضا تمھارا مقصد نہیں تھی، اللہ کے دین کا احیاء، اعلاء کلمۃ اللہ تمہارا مقصد نہیں تھا، تمہارے دل میں تو یہ بت تھا کہ میں اس لیے جہاد میں جاؤں تا کہ لوگ میری تعریف کریں۔ **وقد قیل** ۔ اُنھوں نے تو خوب تمھاری تعریف کر دی اب مجھ سے کیا لینا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اُس کو منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اسی طرح ایک عالم قاریٔ قرآن کو بلایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اے بندے! تم کو جو میں نے یہ سب نعمتیں دی تھیں ان میں تم نے میرا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا یا اللہ! میں نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی جہاں تیرا قرآن نہ سنایا ہو، لوگوں کو وعظ ونصیحت نہ کی ہو، لوگوں کو دین کی تبلیغ نہ کی ہو، لوگوں کو دین کی دعوت نہ دی ہو ۔ ہر گھر میں جا کے، محلے محلے میں جا کے، قریہ قریہ میں جا کے میں نے تیرے دین کی دعوت و تبلیغ کی اور تیرے دین کو پہنچایا اور لوگوں کو قرآن سنایا سمجھایا۔ اللہ فرمائیں گے **انما فعلت ذالک کذب، انما فعلت ذالک یقال کذب** ۔ تم نے جھوٹ کہا۔ کیا جھوٹ کہا، یہ نہیں کہ تم نے یہ کام نہیں کیا، کام تو تم نے کیا لیکن اندر تمہارے دل میں گڑبڑ تھی، اور ٹھیک کام تب ہی ٹھیک ہوتا ہے جب اندر کی نیت بھی ٹھیک ہو۔ **انما الاعمال البنیات** ، اعمال کا اعتبار نیتوں پر ہے۔ عمل خود بھی ٹھیک ہو اور جس نیت سے کیا ہے وہ نیت بھی ٹھیک ہو۔ عمل کا ٹھیک ہونا یہ فقہ کی بات ہے اور نیت کا ٹھیک ہونا یہ تصوف کی بات ہے۔ یہ ان کا میدانِ عمل وہ اُن کا میدانِ عمل ۔ تو جو اللہ فرمائیں گے **کذبت** جھوٹ کہا، یہ نہیں کہ تم نے یہ کام نہیں کئے یہ کام تو تم نے بہت اچھے کیے، اور ان کاموں کے اتنے فضائل ہیں کہ قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ لوگ تعریف کریں اور واہ واہ کہیں، ماشاء اللہ حضرت تو ایسا بیان فرماتے ہیں، کبھی کسی نے سنا ہی نہیں اور ایسے نکتے بیان کرتے ہیں اور ایسا اچھا قرآن پڑھتے ہیں۔ تمہارا مقصد تعریف تھا اور لوگوں نے خوب تعریف کر دی، اب مجھ سے کیا لینا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُس کو بھی منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ پھر ایک تیسرا آدمی لایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے خوب دولت و مال دیا ہوگا اور وہ خوب اللہ کے راستے میں صدقہ خیرات کرتا ہوگا۔ مدارس میں، بیواؤں کو، یتیموں کو، فقراء کو، مساکین کو، مسجدوں کو، جو بھی مانگنے کے لیے آیا اس نے ہر ایک کو دیا، جس نے دس مانگے اُس کو بیس دیے، جس نے سو مانگے اسکو دو سو دیے۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ کہیں گے اے بندے! میں نے اتنی نعمتوں سے تجھے جو نوازا، تم نے میرا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا یا اللہ! تو نے مجھے مال دیا دولت دی لوگ پریشان

تھے میں نے ہر پریشان حال کی مدد کی، فقیروں کو، مسکینوں کو، بیواؤں کو، مردوں کو، عورتوں کو، بچوں کو، مدارس میں، خانقاہوں میں، جہاد میں، ہر جگہ میں نے صدقہ خیرات کیا اور لوگوں کو خوب پیسے دیے۔ اللہ فرمائیں گے **کذبت** تم نے جھوٹ کہا۔ جھوٹ یہ نہیں ہے کہ تم نے یہ کام نہیں کیے۔ کام تو تم نے کیا لیکن جھوٹ یہ ہے کہ تم نے یہ میرے لیے نہیں کیا، میری رضا کے لیے نہیں کیا، بلکہ تم نے اس لیے کیا، **انما فعلت ذالک یقال کذا و کذاو قدقیل** ۔تم نے یہ سب اس لیے کیا، تمھارے دل میں یہ گڑ بڑ تھی کہ تمہاری خواہش اور تمنا یہ تھی کہ لوگ تعریف کریں، واہ واہ کہیں۔ تمہاری وہ بات پوری ہوگئ، تمہاری طلب سے زیادہ لوگوں نے تمہاری تعریف کی۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ ریا کتنی خطرناک بیماری ہے۔ اسی طرح حسد کے بارے میں، کینے کے بارے میں، حبِ مال کے بارے میں، حبِ جاہ کے بارے میں، احادیث میں ایسی ایسی سخت وعیدیں آئی ہیں کہ اللہ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں ۔ یہ مسئلہ بڑا خطرناک ہے۔ جب تک دل ان کدورتوں سے پاک، ان گندگیوں سے اور ان رذائل سے پاک اور صاف نہیں ہوگا دل ٹھیک نہیں ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (بخاری)

ترجمہ: ”دل ٹھیک ہوگیا تو سارا جسم ٹھیک ہوجائے گا اور دل خراب ہوگیا تو سارا جسم ہاتھ بھی، پاؤں بھی سب گناہوں کی طرف چلیں گے۔“

گناہوں میں مزہ آئے گا اور نیک اعمال میں دل نہیں لگے گا۔ نہ نماز میں دل لگے گا نہ صدقہ خیرات کو دل چاہے گا۔ نہ نیک اعمال کو دل چاہے گا۔ بس فحاشی، بے حیائی، گناہ، ان میں دل خوب لگے گا، کیونکہ دل خراب ہے اس لیے نیک اعمال کی طرف طبیعت نہیں چلے گی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ایک بہت آسان نسخہ اور فارمولا عطاء فرمایا ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ساری زندگی، سارے اعمال صبح سے لیکر شام تک، شام سے صبح تک عین دین کے مطابق بن جائیں، سارے کے سارے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشاء کے مطابق بن جائیں، ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک منٹ، ایک ایک سیکنڈ، ایسا بن جائے کہ جس میں اللہ کی رحمتیں اُترتی ہیں تو یہ بہت آسان ہے مشکل نہیں۔ فارمولا کیا ہے؟

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (بخاری)

ترجمہ: ’’کہ دیکھو ہر ایک انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب، اور وہ... دل ہے۔‘‘

دل کی اصلاح اصل چیز ہے، اور یہی حضرات صوفیاء کرام، مشائخ، خانقاہی لائن، تصوف سب کا خلاصہ یہی ہے کہ دل کی اصلاح ہو جائے، دل ٹھیک ہو جائے۔ اور دل کا ٹھیک ہونا کیا ہے؟...... یہی ہے کہ تزکیۂ نفس ہو جائے۔ تزکیۂ نفس کیا ہے؟...... کہ دل کو ان گندگیوں سے پاک اور صاف کر دیا جائے۔ جب دل گندگیوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اُس دل میں اللہ کا نور آئے۔ انسان جب دل کا تزکیہ کرا کے، دل پاک اور صاف کر لیتا ہے تو پھر وہ جو بھی عبادت کرتا ہے، جو بھی ذکر کرتا ہے اس کا نور اس کے دل میں جاتا ہے اور اس کا دل آہستہ آہستہ روشن اور منور ہو جاتا ہے، اور دُنیا کی طرف سے اور دُنیا کی محبت سے وہ دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور آخرت کی رغبت اور فکر اس پر سوار ہو جاتی ہے، ہر وقت آخرت اُسے نظر آتی ہے۔ اسی کی فکر اُسے ہوتی ہے کہ میری آخرت کیسے بن جائے، گناہوں سے طبعی طور پر اس کے دل میں نفرت آجاتی ہے، طبیعت گناہوں کی طرف چلتی نہیں، نہ آنکھ اُدھر چلتی ہے، نہ کان گناہوں کی طرف چلتے ہیں، نہ زبان گناہوں کی طرف چلتی ہے، نہ ہاتھ نہ پاؤں کچھ بھی نہیں۔ چونکہ دل اللہ کے نور سے منور ہو چکا ہے۔ اگر کبھی کبھار مہینے دو مہینے میں زبان نے کوئی غیبت کرنی چاہی، یا جھوٹ بولنا چاہا تو دل چونکہ طاقتور ہوتا ہے وہ فوراً زبان کو لگام دیتا ہے کہ خبردار!! یہ گناہ ہے۔ آنکھ اگر گندگی کی طرف یا بے حیائی کی طرف یا بے پردہ عورت کی طرف دیکھنا چاہتی بھی ہے تو دل اسکو فوراً لگام دیتا ہے اور کنٹرول کرتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **القلب ملک الجسد**، دل جسم کا بادشاہ ہے۔ اور بادشاہ بھی **Powerful**، مضبوط اور قوی، کسی عضو کی مجال نہیں ہے کہ دل کی بات کا انکار کر دے۔ تو گویا سب سے اہم کام ہے دل کو ٹھیک کرنا۔ دل کو ٹھیک کرنے کے لیے پہلے اس کو ان گندگیوں سے پاک وصاف کیا جائے جو ہم نے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بھر لی ہیں اور اُنکی وجہ سے جو رذائل تکبر، حسد، غضب، کینہ، ریاکاری، حُبِ جاہ، حُبِ مال وغیرہ دل میں جم گئے ہیں ان سے دل کو پاک وصاف کیا جائے۔ یہ جو مریدوں سے ضربیں لگوائی جاتی ہیں، مراقبے کیے جاتے ہیں یہ سب اسی لیے ہیں تاکہ دل پاک اور صاف ہو جائے۔

ہمارے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ انکی خانقاہ میں بڑا مشہور تھا کہ سالکین کو کہا کرتے تھے کہ بھئی توجہ سے ہمت سے ضربیں لگا کے، ذکر کر کے دل کو پاک صاف کر لو کیونکہ جنت

میں گندہ اور ناپاک دل نہیں جائے گا، ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ کو دل پاک کرنے کے لیے جہنم کی بھٹی میں بھیجنا پڑے۔ یہیں دُنیا میں اُسے پاک صاف کرلو کیونکہ جنت میں تو گندہ ناپاک دل نہیں جائے گا، جنت میں تو پاک صاف دل ہی جائے گا اور یہ بہت آسان ہے۔ یہ ضربیں، یہ مراقبات، یہ ذکر و اذکار اسی لیے ہیں۔ کام تو بہت آسان ہے بس ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔ دل جب پاک صاف ہو جاتا ہے پھر وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اللہ کے نور سے منور ہو جائے۔ تو انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے اس سے دل روز بروز روشن ہوتا چلا جاتا ہے، منور ہوتا چلا جاتا ہے۔ جیسے بلب ہوتے ہیں، کوئی زیرو کا ہوتا ہے، کوئی پانچ کا، کوئی دس کا، کوئی بیس کا، دل بھی اسی طرح منور ہوتا ہے لیکن پھر اسکی روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جوں جوں دل اللہ کی عبادت، اللہ کی اطاعت، اللہ کی معرفت میں آگے بڑھتا ہے اور زیادہ روشن ہوتا جاتا ہے اور جب دل اللہ کے نور سے منور اور روشن ہو جاتا ہے تو دُنیا کی محبت ختم ہو جاتی ہے، اور دل پر آخرت کی محبت، تڑپ، شغف اور فکر سوار ہو جاتی ہے۔ گناہوں سے طبعی نفرت ہو جاتی ہے اور نیک اعمال کا شوق اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ میں نیک عمل کروں، جیسے بھوکے آدمی کا دل چاہتا ہے کہ مجھے کچھ کھانے کو ملے پھر چاہے آپ روٹی دے دیں، چاول دے دیں، اسے مزہ آئے گا۔ چونکہ اسے تو بھوک لگی ہوئی ہے تو اسے پھر مزہ آتا ہے۔ پیاسے آدمی کو یہی فکر ہوتی ہے مجھے کچھ پینے کو مل جائے تو چاہے دودھ دے دیں، چاہے پانی دے دیں، کچھ بھی ہو اُسے اُسکا مزہ آئے گا کیونکہ اُسے پیاس لگی ہوئی ہے۔ اسی طرح جب کسی کا دل اللہ کے نور سے منور ہو جاتا ہے تو پھر اُسے تڑپ اور فکر ہوتی ہے کہ میں نیک اعمال کروں۔ اس طرح کہ اپنے مولا اپنے مالکِ حقیقی کو راضی کرلوں۔ نماز کی طرف اسکی طبیعت چلتی ہے، ذکر کی طرف اسکی طبیعت چلتی ہے، صدقہ و خیرات کی طرف اسکی طبیعت چلتی ہے، دین کی دعوت و تبلیغ کی طرف اسکی طبیعت چلتی ہے، لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کو اس کی طبیعت چلتی ہے، اللہ کے راستے میں گردن کٹوانے کا شوق ہوتا ہے کہ میرا مولا جب اس سے راضی ہے تو مجھے اور کیا چاہیے۔ نیک عمل کا اُسے شوق پیدا ہوتا ہے رغبت پیدا ہوتی ہے اور پھر جب ان اعمال کو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اس میں مزہ دیتے ہیں۔ اسے ان میں لطف آتا ہے مزہ آتا ہے۔ جیسے ہمیں کھانے پینے کی چیزوں میں مزہ آتا ہے اس سے زیادہ اللہ والوں کو جن کے دل اللہ کے نور سے منور ہوتے ہیں اس سے زیادہ ان کو نماز میں مزہ آتا ہے، ذکر میں مزہ آتا ہے، وعظ و نصیحت میں مزہ آتا ہے، صدقہ خیرات میں مزہ آتا ہے، جہاد میں مزہ آتا ہے، گردن کٹوانے میں مزہ آتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جولطف ومزہ اپنی اطاعت، اپنی عبادت، اپنی معرفت میں رکھا ہے وہ دُنیا کی کسی چیز میں نہیں رکھا۔ نہ کھانے میں نہ پینے میں، نہ کھیل میں نہ کودمیں۔ کسی چیز میں وہ مزہ نہیں ہے جومزہ اللہ نے اپنی عبادت، اپنی اطاعت، اپنی معرفت میں رکھا ہے لیکن ہمارے دل بیمار ہیں جب تک دِلوں کوٹھیک نہیں کیا جائے گا تزکیۂ نفس کر کے دِلوں کی گندگیوں کو، رذائل کو دل سے پاک کر کے پھر دل کو اللہ کے نور سے جب تک منورہ نہیں کیا جائے گا تو عبادت میں لطف اورمزہ نہیں آئے گا۔ بزرگوں کے واقعات آپ اُٹھا کر دیکھیں کہ اُنھیں کیسے لطف اورمزہ آتا تھا۔

حضرت امیرالمومنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتا ہے تو وہ قرآن ختم کئے بغیر چھوڑ کیسے دیتا ہے۔ اتنی پرلطف اورمزیدار چیز کو چھوڑنے کو کیسے اُسکا دل چاہتا ہے یہ چیز تو چھوڑنے والی نہیں ہے۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آتا ہے کہ جب وہ نفل شروع کرتے تو ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کردیتے تھے، اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عجیب عجیب واقعات ہیں۔ نماز میں کیسے اُن کا دل لگتا تھا، کتنا مزہ اور لطف آتا تھا، نیک اعمال میں کتنا اُنکو مزہ آتا تھا، اگر آدمی ان واقعات کو اکٹھا کرے تو ایک مستقل کتاب بن جائے۔ اُس وقت سے لے کر آج تک سینکڑوں نہیں ہزاروں اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے محنت کر کے اپنے دل کو پہلے پاک اور صاف کر کے پھر اللہ کے نور سے منور کرلیا تو ان کے لیے اللہ کی عبادت اور اطاعت مزیدار چیز بن گئی۔ ہزاروں اولیاء اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ دن رات اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تقریباً تمام مؤرخین کا اجماع ہے کہ چالیس سال تک فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ اور کتنے ہی بزرگوں کے بارے میں آتا ہے کہ پوری پوری رات اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ہم لوگ جب یہ باتیں سنتے ہیں تو ہمارے ذہن میں شیطان یہ بات ڈالتا ہے کہ وہ تو بزرگ تھے بہت تکلیف برداشت کرتے تھے بڑا مجاہدہ کرتے تھے، ہمارے ذہن میں تو یہ تکلیف آتی ہے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں اُنھیں لطف آتا تھا، مزہ آتا تھا۔ ابھی حضرت پروفیسر صاحب (حضرت ڈاکٹر فدا صاحب) سنا رہے تھے کہ حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہ پانچ پانچ گھنٹے کھڑے ہوکر لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے۔ اب ہم سمجھتے ہیں کہ شاید بڑی تکلیف اُٹھاتے ہوں گے۔ تکلیف نہیں ہوتی تھی، انہیں تو اُس میں لطف اور مزہ آتا تھا۔ ان کی نظر تو ہر وقت اللہ کی طرف ہوتی تھی کہ میرا رب اس عمل پر کتنا خوش ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں اولیاء اللہ جو ہوتے ہیں جن کے دل اللہ کے نور

سے منور ہو جاتے ہیں گناہ کی طرف تو اُنکی طبیعت چلتی ہی نہیں وہ اسی بات پر غور کرتے ہیں کہ اس وقت میں کونسا نیک عمل کروں، اللہ کو کونسا عمل پسند ہے، یہ پسند ہے یا وہ پسند ہے۔اس طرح دُنیا ان کے لیے جنت بن جاتی ہے۔اسی لیے بعض عارفین کا قول ہے اِنَّ لِلّٰہِ فِیۡ ھذہ الدنیا جنۃ بل لم یدخلہ لا یدخلہ فی الاخرۃ ۔ اللہ کی اس دُنیا میں بھی ایک جنت ہے وہ روحانی جنت ہے جو طبیعت کے لحاظ سے جنت بنتی ہے، جو آدمی اس دنیا میں اُس جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ ہاں اللہ کی رحمت سے آخر میں جنت میں داخل ہو جائے وہ اور بات ہے۔ لیکن ان کے لیے اولیاء اللہ کے لیے، عارفین کے لیے جنکے دل اللہ کے نور سے منور ہو جاتے ہیں یہ دُنیا بھی ان کے لیے جنت بن جاتی ہے۔ (باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿اجازتِ حدیثِ مسلسل بالمحبة﴾

بندہ ڈاکٹر فدا محمد کو حدیث مسلسل بالمحبت (اللّٰھم اعنی علیٰ ذکرک و شکرک و حسن عبادتک) کی اجازت اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ سابق پروفیسر وصدر شعبۂ عربی کی طرف سے عطاء ہوئی تھی ۔سلسلہ کے کارکن الطاف حسین صاحب لیکچرر اکنامکس اسلامیہ کالج پشاور کو اُن کی سلسلہ کے لیے یکسوئی اور محنت کے ساتھ خدمات کے بدلے میں بندہ اس کی اجازت دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے اور الطاف صاحب کو اپنے بزرگوں کی ان شفقتوں کی قدر نصیب فرمائے۔اور اللہ تعالیٰ ہم ناتوانوں کو ان کے معیار کے مطابق کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ نمبر '۲۱' سے)

نہ می دانی کہ سوزِ قرأت تو دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را

ترجمہ: ''اے عورت تُو نہیں جانتی کہ تیرے قرآن پڑھنے کے سوز نے عمر فاروقؓ کی تقدیر کو بدل دیا۔''

اس کافر کو چھوڑتے ہوئے جو کہ سیاست اور اقتدار میں ہے اور جو خونخوار بھیڑیے اور چیتے کی طرح ظلم کر رہا ہے، ان کے جو امن پسند لوگ ہیں ان کے پاس اگر ہم اور آپ دعوت کو لے کر پہنچیں اور اس کو اس جوش وخروش کے ساتھ اور سوز وگداز کے ساتھ بیان کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کے کیمپ سے لوگوں کو شکار کر کے اپنے کیمپ میں لے آئیں گے اور اس کے نتیجے میں ان کی ساری سائنسی ترقی آپ کے آگے سرنگوں ہو گی، کیونکہ عقیدے اور نظریئے کی دعوت مادی اشیاء پر حاوی ہوا کرتی ہے بشرطیکہ اس کے حاملین ان صفات کو اپنے اندر لیے ہوئے ہوں جو صفات صحابہ کرامؓ کے پاس تھیں اور جس کو لے کر وہ آگے بڑھ رہے تھے۔یہی آخری عرض ہے آپ کی خدمت میں، اللہ تبارک وتعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ

﴿مذہب سائنس اور انسانی تہذیب﴾

''یہ بیان نشتر ہال پشاور میں زرعی یونیورسٹی پشاور کی طلباء کی تنظیم کی دعوت پر ہوا''

خطبہ ماثورہ:

ہمارے برخوردارن نے یہ اطلاع دی تھے کہ مذہب سائنس اور انسانی تہذیب کے بارے میں کچھ بات کرنی ہے۔ انسان جسم اور رُوح کا مجموعہ ہے۔ رُوح ایک آسمانی، علوی حقیقت ہے، جو نہ مادہ ہے، نہ توانائی ہے بلکہ سب سے زیادہ نفیس توانائی، بجلی اور مقناطیس سے بھی وراء ہے۔ اگر چہ زندہ جسم کے اعصاب، دل اور پٹھوں (Musceles) سے ہم ایک قسم کی بجلی کی کرنٹ نوٹ کرتے ہیں، جس سے مختلف بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے۔ لیکن اسی وولٹ کی بجلی ہم مردہ جسم کے اعصاب، دل اور پٹھوں پر چھوڑیں تو مردہ بدن کے اعضاء وجوارح وہ کارکردگی نہیں کر سکتے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رُوح برقی قوت وتوانائی نہیں ہے۔ وہ انسانی حواس اور سائنسی آلات کے ذریعے معلوم ہونے والی حقیقت نہیں ہے۔ اسی لے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا:

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا O (اسراء: ۸۵)

ترجمہ: ''آپ ﷺ فرمادیجئے کہ رُوح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''

رُوح کے بدن میں آنے کے بعد دو باتیں وجود میں آتی ہیں سوچ اور حرکت ۔ سوچ اور حرکت تو سب جانوروں کے پاس ہے لیکن حیوانی سوچ صرف شعور کی حد تک ہے جس سے گرمی، سردی، بھوک، پیاس اور جذباتِ شہوانیہ کا احساس ہوتا ہے۔ انسان کے پاس سوچ... شعور سے سے بالاتر ہے اور یہ اچھے اور برے کے بارے میں سوچ کر حق ناحق کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس فیصلے کے بعد جو بدن کے اعضاء وجوارح استعمال ہوتے ہیں تو اس طرح انسان کا عمل وجود میں آتا ہے۔ اب انسانی بدن، سوچ اور عمل کا مجموعہ ہوا۔ جہاں تک اس کے بدن کا تعلق ہے، اس کی ضروریات مادی اور خاکی ہیں جو اس زمین اور اس کے عناصر سے پوری ہوتی ہے۔ زمین اور اس کے عناصر کی تحقیق وتشریح اور اُن کے جوڑ توڑ سے انسان نے صدیوں کے تجربہ کے نتیجے میں اپنے لیے ضروریات اور سہولتیں مہیا کی ہیں۔ اس کی ضروریات کے بارے میں تو پہلے دن سے زمین کو پیدا کر کے اس کے اندر زندہ مردہ انسانوں کی کل ضروریات کو پورا کرنے کی استعداد رکھ لی تھی۔ چنانچہ سورۂ دہر کی آیت :

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ کِفَاتًا O اَحۡیَآءً وَّاَمۡوَاتًا O (المرسلٰت:۲۵،۲۶)

ترجمہ: ''کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا۔''

انسان کے باطن میں اور اس کے قلب و دماغ میں یہ استعداد ودیعت کردی گئی تھی کہ زمین کی اشیاء کی تحقیق وتشریح کر کے اور جوڑ توڑ کر کے ان سے اپنی ضرورت اور سہولت کی اشیاء حاصل کرے۔ یہی سوچ سائنس کی بنیاد ہے۔ گویا سائنس انسان کی بقائے بدنی کے لیے ہے، جس کے تحت انسان نے محنت وکوشش کر کے بقائے بدنی کے سامان پیدا کیئے۔ سالہا سال کے تجربے سے یہ جدید سائنس وجود میں آئی۔ اور جدید صنعتی انقلاب تو سائنس کو محیر العقول مقام تک لے گیا۔ رسل ورسائل کے وسائل نے ریلوں، موٹروں اور جہازوں کی شکل میں زمین کے قلابے ملا کر زمین کو Global Village بنا کر چھوڑ دیا۔ ذرائع خبر ونظر نے ہزاروں میل دُور والے انسان کی آواز کو کان کے پاس پہنچا دیا، اور ہزاروں میل دُور ہونے والے عمل کا نظارہ اپنے گھر کے ڈرائینگ رُوم میں بیٹھے آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ انسان کی ضرورتِ خورد ونوش کے لئے ٹریکٹروں سے زمین کا سینہ چیر دیا، اور غلے کے ڈھیر لگا دیئے۔ مصنوعی کھاد سے فصلوں کی روئیدگی کئی گنا بڑھا دی۔ مصنوعی غذا اور فیڈز کے ذریعے ہر قسم کی پولٹری اور حیوانات کے گلے کے گلے کھڑے کر دیئے۔ دورِ قدیم کی کم آبادی تو غذائی قلت کا شکار ہوتی تھی۔ آج کی وسیع آبادی کے ہوتے ہوئے اشیاءِ خورد ونوش کی اتنی کثرت ہے کہ بعض ممالک کو اپنی فالتو گندم سمندر میں پھینکنا پڑتی ہے۔ جیسے نیسلے (Nestle) کمپنی نے جب اپنی فالتو غذائی اشیاء کو سمندر برد کیا تو سمندری پولیس کھڑی کرنی پڑی کیونکہ اس سے سمندر میں تلاطم سے بحری ٹریفک متاثر ہو رہی تھی۔ انسان کی ضرورتِ لباس اور ضرورتِ مکان کے سلسلے میں جدید سائنس نے ایسی سہولتیں مہیا کیں کہ انسان کے لیے زمین کو نمونۂ جنت بنا دیا۔ علاج معالجے کی سہولتیں اعضاء کی تبدیلی تک پہنچ گئیں، جان لیوا بیماریوں کے علاج وجود میں آ گئے۔

انسان کی پرانی خواہش کہ ایک کو دوسرے پر برتری حاصل ہو، اور دوسرے انسان ان کے ماتحت، زیرِ اثر اور زیرِ نگین ہو جائیں۔ اس کے لیے اسلحہ کی دوڑ، غالباً سائنس کا شعبہ مسلموں کے ہاتھوں سے نکل کر کفر کے ہاتھ میں آ جانے کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس شعبہ میں بے اندازہ کشت وخون کا سامان کیا گیا۔ اور بڑے ممالک کے بجٹ کا ایک خطیر حصہ ان تحقیقات کی نذر رہا۔ بارُود کی ایجاد کے بعد آتشین اسلحہ بصورتِ بندوق، توپ وجود میں آیا۔ جبکہ ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں کی شکل میں قاتلوں کی حفاظت کا سامان ہو گیا۔ ہوائی

جہازوں کی بمباری، ایٹم بموں کی ایجاد اور میزائلوں کی فراہمی نے انسان کے جذبۂ غیض وغضب کے ٹھنڈا کرنے کا پورا سامان اس کو مہیا کر دیا۔ اب دیکھیں... انسان کی ضرورتیں اور مسائل کو حل کرنے کا دعویٰ کرنے والی سائنس نے یقیناً ضرورت اور سہولت کی اشیاء کی بھرمار تو کر دی، لیکن اس کے ساتھ ہی غیض وغضب کو ٹھنڈا کرنے کے سامان.... اسلحہ کی بھرمار بھی کر دی۔ اب ضرورت کا سامان دُنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا گیا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس سامانِ سہولت نے انسان کو سہولت بھی پہنچائی یا اس کے مسائل کو مزید زیادہ کیا۔ تھوڑا غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سامانِ راحت اور چیز ہے، اور... راحت اور چیز ہے۔ سامانِ سہولت کچھ اور ہے جبکہ سہولت کچھ اور۔ ان سب سامانوں کے ہوتے ہوئے آج کے دور کا انسان جن مسائل میں گھرا ہوا ہے، اتنا انسان اپنی پوری تاریخ میں نہیں گھرا۔ مزید یہ ہے کہ جن ممالک کی سائنسی ترقی زیادہ ہے اور جتنے اُن کے پاس وسائل زیادہ ہیں، اتنے ہی اُن کے مسائل زیادہ ہیں۔ آج کے دور میں یورپ اور امریکہ سب سے زیادہ وسائل کے ممالک ہیں۔ اور ان کو سب سے زیادہ مہذب ہونے کا دعویٰ ہے لیکن انسانی تہذیب سب سے زیادہ انہی ممالک میں غم واندوہ کا مجموعہ ہے۔ اور یہ تہذیب جدید ترقی اور سہولتوں کے خون آشام پنجہ میں جکڑی ہوئی فریاد کناں ہے۔

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پر آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

چنانچہ آج سب سے زیادہ خودکشیاں، سب سے زیادہ طلاقیں، سب سے زیادہ دماغی امراض، سب سے زیادہ نشہ آور اشیاء کا استعمال مغرب میں ہو رہا ہے۔ ۲۰۰۰ء کی رپورٹوں میں امریکہ کی جیلوں میں چار (۴) کروڑ قیدی رپورٹ ہوئے ہیں جبکہ ان کے جیل اسی (۸۰) ہزار تھے اور آبادی چوبیس (۲۴) کروڑ تھی، گویا ہر چھٹا امریکی جیل میں تھا۔ سالانہ چالیس (۴۰) لاکھ بچے میٹرک میں امتحان دیتے تھے جن میں چوبیس لاکھ پاس ہوتے تھے اور سولہ لاکھ فیل ہوتے تھے۔ اور یہ سولہ لاکھ تین سالوں کے اندر اندر جیل پہنچ جاتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں پاکستان کی پندرہ کروڑ آبادی تھی جس کے آٹھ سو جیل اور کل قیدی اسی (۸۰) ہزار تھے۔ علاج معالجے کی بے پناہ سہولت کے باوجود، دل، گردے کی بیماریاں اور شوگر تھوک کے حساب سے بڑھیں۔ جتنے وسائلِ صحت زیادہ ہوتے جاتے ہیں، اتنے ہی مسائلِ صحت زیادہ ہو رہے ہیں۔ دراصل یہ مصیبتیں صرف انسانی جسم اور اس کی عارضی ضروریات کو سامنے رکھ کر انسانی تہذیب وثقافت کی بنیاد اُٹھانے

پر وجود میں آئیں۔ انسان کا جوہر اس کی رُوح تھی اور رُوح کے نتیجے میں وجود میں آنے والی سوچ اور سوچ کے نتیجے میں وجود میں آنے والا عمل اس کا اصلی سرمایہ تھا۔ جب سوچ فاسد ہو، اور اور اس فاسد سوچ کے نتیجے میں عمل، گناہ کا اور فسق و فجور بن جائے، تو پھر جتنی مادی ترقی اور جتنی سہولت کی چیزیں انسان کے پاس ہوں وہ اس کو راحت و سہولت مہیا نہیں کر سکتیں۔ بلکہ فاسق انسان کے پاس جتنے مادی سامان زیادہ ہوں اتنے ہی اس نے زیادہ مسائل پیدا کرنے ہوتے ہیں۔ سوچ اور عمل کو درست کرنا یہ سائنس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔ یہ چیز مذاہب کا دائرۂ عمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کے زمین پر اُترنے کے ساتھ ہی اسے دین و مذہب کی ہدایات سے سرفراز فرمایا اور بتایا:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ O (البقرہ:۳۸)

ترجمہ: ''پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ہدایت کی تو نہ کچھ اندیشہ ہوگا ان پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔''

چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی کوششیں اور سرگرمیاں پوری انسانی تہذیب پر حاوی ہیں۔ اور جب ان کی کوششوں کے نتیجے میں انسان کی سوچ کا رُخ درست ہوا، اور اس کا عمل فاسد سے صالح ہوا، تو اس کے نتیجے میں زمین جنت کا نمونہ بنی۔ انسانیت کی بدقسمتی کہ جدید سائنسی تحقیقات دُنیائے مغرب کے پاس ایسے وقت میں آئیں، جبکہ وہ مذہبی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ تھے۔ یہودیت اور عسائیت مسخ ہو کر اس جگہ کو پہنچ گئی تھیں کہ وہ چرچ اور کینسا سے باہر آکر زندگی کے شعبے پر اثر انداز ہی نہیں ہو رہی تھی اور مذہبی شخصیات کی ساری سوچ ہی اپنے مفادات کے گرد چکر لگا رہی تھی۔ چنانچہ یہ صنعتی انقلاب بغیر مذہبی راہنمائی کے آگے بڑھا۔ مغرب والوں نے سب سے پہلے جدید ذرائع نقل و حمل سے خشکی اور سمندری راستوں کو طے کر کے دُنیاوی مفادات کے مراکز ڈھونڈے۔ اپنی سائنسی ترقی سے حاصل شدہ آتشین اسلحہ سے ان قوموں پر حملہ آور ہوئے۔ امریکہ سے ریڈ انڈین کا نام و نشان مٹا دیا گیا اور ساری زمین پر برطانوی انگریز قابض ہو گئے۔ آسٹریلیا کے مقامی آدمی کو ناپید کیا گیا اور ان کے وسائل پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ برصغیر کو دو سو سال کے لیے غلام رکھ کر سارے وسائل کو لوٹا گیا۔ اس کام کے لیے اُن کے ٹینک اور توپیں جبکہ مقامی آبادی جن کے یہ وسائل چھین رہے تھے ان کے سر اور لاشیں زیادہ کام آئیں۔ اس لُوٹ کھسوٹ کے جذبے نے ان سائنسی ترقی یافتہ مغربی قوموں کی آپس کی مقابلہ آرائی کی فضا بنائی۔ اور دوسری قوموں کو تباہ و برباد کر کے اُن کے وسائل حاصل کرنے کے بعد

یہ دوسرے راؤنڈ میں آپس میں گتھم گتھا ہوئیں جس کے نتیجے میں جنگِ عظیم اول وجنگِ عظیم دوئم لڑی گئیں۔اور جنگِ عظیم دوئم میں ایک کروڑ اکتیس لاکھ انسان قتل ہوئے جبکہ تیرہ کروڑ کے قریب زخمی ہوکر معذور ہوئے۔ یہ نتائج سائنسی ترقی یافتہ اور مذہب سے خالی اخلاق باختہ مغربی تہذیب کی کارگیاں تھیں۔اس کے مقابلہ میں جب طاقت کا توازن مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور وہ مذہب کی روشنی سے منور تھے تو اُنہوں نے اپنی ساری ترقی اور مادی وسائل عالمِ انسدانیت کے مسائل حل کرنے اور ان کے دُکھوں کا مداوا کرنے میں استعمال کیئے۔ اور ظلم وعدوان کا خاتمہ کر کے حق وانصاف کو قائم کیا۔ یہاں تک کہ اس جدوجہد میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تین بار کفار نے چڑھائی کی اور بدر واُحد نیز خندق کی جنگیں مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی سرزمین پر لڑی گئیں۔امن کی آخری کوشش، صلح حدیبیہ کو بھی جب کفار نے توڑا تو مسلمانوں کو بامرِ مجبوری کفارِ مکہ کی اس فسادی مرکزیت کوختم کرنے کے لیے لشکرکشی کرنا پڑی۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست اور بصیرت کے نتیجے میں بغیر لڑے فتح مکہ کا نتیجہ حاصل کرلیا گیا۔ مذہب کی روشنی میں جب اسلامی تہذیب وثقافت اپنے جوبن پر آئی تو اس کے پُرکشش حالات کو دیکھ کر کفار نے مسلمانوں کو اپنے علاقوں پر آنے اور قبضہ کرنے کی دعوت دی۔چنانچہ کاؤنٹ جولیان (سپین کا ایک نواب) نے اپنے بادشاہ راڈرک کے خلاف فوج کشی کرنے کے لئے شمالی افریقہ کی اسلامی حکومت کے گورنر موسیٰ بن نصیرؒ کو خط لکھا۔یہ واقعہ یُوں ہے کہ اُس زمانے میں کالج اور یونیورسٹیاں تو تھیں نہیں، سپین کے نواب وغیرہ اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ تہذیب وثقافت سکھانے کے لئے شاہی محل میں بھیجا کرتے تھے۔کاؤنٹ جولیان نے اپنی بیٹی فلورینڈا کواس مقصد کے لئے راڈرک بادشاہ کے محل میں بھیجا، راڈرک بادشاہ نے ظلماً لڑکی کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔اور یہ انتہائی پریشان ہوکر اور انتہائی دُکھ اُٹھا کر یہ بیٹی اپنے باپ کے پاس آئی اور اُس نے کاؤنٹ جولیان سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ مجھ پر شاہی محل میں یہ ظلم ہوا ہے۔تب کاؤنٹ جولیان نے کہا کہ اب میں ان پر ایسے لوگوں کو لے کر آؤں گا جو اس ظلم وعدوان کا خاتمہ کریں گے اور یہاں عدل وانصاف کا نظام قائم کریں گے۔اس نے شمالی افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ اگر آپ کا لشکر اس طرف آئے تو بادشاہ کی کرائے کی فوج کے علاوہ عوام بادشاہ کے لیے لڑنے کو تیار نہیں ہیں کیونکہ عوام بہت نالاں ہیں۔ چنانچہ طارق بن زیاد نے سپین کے ساحل پر اپنی کشتیوں کو جلا کر سیدھا دارالحکومت میڈرڈ کی طرف مارچ کی۔اگرچہ یہ فوجی لحاظ سے سمجھداری کی بات نہیں تھی لیکن اس کو پتہ تھا کہ میں ایسے ملک میں داخل ہورہا ہوں جس ملک کے عوام اس ظلم وعدوان کے خلاف مجھے ہار پہنانے

کے لیے تیار کھڑے ہیں جبکہ کرائے کا فوجی خوفزدہ حالت میں میرے مقابلے میں آئے گا کیونکہ جب با مقصد فوجی آدمی آگے بڑھتا ہے تو بے مقصد اس کے آگے ٹھہر نہیں سکتا۔ چنانچہ طارق بن زیاد کے بارہ ہزار کے لشکر نے سپین کو الٹ پلٹ کر دیا اور ظلم وعدوان کے نظام کا خاتمہ ہوا اور یہاں عدل وانصاف کا قیام ہوا۔ آج یورپ جس سائنسی ترقی پر ہے یہ قرطبہ یونیورسٹی کی کارکردگی ہے۔ ڈاکٹر گلبرٹ جو مقناطیسیت پر کام کرنے والے شروع کے سائنسدانوں میں سے ہے اس کے بارے میں یہ باقاعدہ ریکارڈ پر ہے کہ یہ قرطبہ یونیورسٹی کا پڑھا ہوا ہے۔

آج کی اتنی ترقیوں کے باوجود دُنیا کچھ ایسے مصائب میں مبتلاء ہے جس کا حل اس کے پاس نہیں ہے، ان میں سے ایک ایڈز ہے۔ میں جنوبی افریقہ میں تھا اور وہاں ایڈز کے بارے میں کانفرنس ہو رہی تھی ان کے ڈاکٹر صاحبان جمع تھے، ہمارے خیبر میڈیکل کالج کے گریجویٹ تھے جو ہمارے سلسلے میں بیعت بھی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کانفرنس میں دلائل آتے رہے اور آخر میں.. میں کھڑا ہوا اور کہا Look,is it not written in the Bible that sex before marriage is a sin? (دیکھیں! کیا یہ آپ کی کتاب یعنی بائبل میں نہیں لکھا ہوا کہ شادی سے پہلے ازدواجی تعلقات رکھنا گناہ ہے؟) کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اشارہ دینا چاہا کہ آپ کے سارے مسئلے کا حل آپ کی مذہبی کتاب میں ہے، میری اس بات پر پورے ہال پر سناٹا طاری ہو گیا اور وہ ایسے خاموش ہوئے کہ کسی نے جواب نہ دیا۔ جب پروگرام ختم ہوا اور ہم چائے پینے کے لیے گئے تو وہاں میں نے ڈائیریکٹر جنرل سے کہا کہ جی میں نے جو بات کہی تھی کہ Sex before marriage is a sin اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ It is true but who will act upon it? یعنی یہ بات تو درست ہے لیکن اس پر عمل کون کرے گا؟ کیونکہ ان کا دانشور ساری قباحتوں اور خرابیوں کو جانتے ہوئے گناہ اور معصیت کے ایسے چسکے میں مبتلا ہے کہ اس چسکے کی وجہ سے وہ خودکشی کے لیے تیار ہوتا ہے لیکن اس چسکے کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ ایک ڈاکٹر صاحب کو میں نے اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ I am so intrested in Islam that I say to my people not to call me Christian rather call me Chrislim. کہ مجھے کرسچین نہ کہا کریں بلکہ کرسلِم کہا کریں کیونکہ میں آدھا کرسچین ہوں اور آدھا مسلمان ہوں۔ مجھے آپ کی باتیں بہت پسند ہیں I want to accept Islam. (میں اسلام قبول کرنا

چاہتا ہوں) تو میں نے اپنے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ اس کے اعتراضات کیا ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ یہ کہتا ہے I want to accept Islam but what about liquor and women? (میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں لیکن شراب اور عورتوں کا کیا ہوگا؟) میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب آپ اس سے کہیں کہ ہم آپ سے دو باتوں کا مطالبہ کریں گے، ایک کلمہ پڑھنے کا مطالبہ کریں گے اور ایک نماز پڑھنے کا۔ باقی باتوں کو ہم نے نہیں چھیڑنا۔ جب ایمان قوی ہوتا ہے اور انسان کی ایمانی روشنی زیادہ ہوتی ہے تو وہ خود بخود چھوٹتی ہیں۔ آخری عرض یہ کرنی تھی کہ آج کی سائنس کا تیسرا راؤنڈ شروع ہوا ہے جس کے نتیجے میں وہ پھر وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے آگے بڑھے ہیں اور جھوٹے الزامات لگا کر جس طرح کہ بھیڑیا پانی اُوپر پی رہا تھا اور بکری کا بچہ پانی نیچے پی رہا تھا تو اس نے کہا کہ تم پانی کو گندہ کر رہے ہو۔ بکری کے بچے نے کہا کہ اُوپر کو تو آپ ہیں اور نیچے کو میں ہوں میرا پانی آپ کی طرف نہیں جا رہا آپ کا میری طرف آ رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ تم مجھ سے بحث کرتے ہو اور اس کو پکڑا اور چیر پھاڑ کر کھا لیا۔ آج ان جدید ہتھیاروں سے لیس، دین اور خوفِ خدا سے عاری انسان اسی بات کو لے کر آگے بڑھا ہوا ہے اور دُنیا کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ جہاں بھی ہم جاتے ہیں تو اس بات کا سوال ہوتا ہے کہ اس کا آپ کے پاس حل کیا ہے؟ اس کا حل قرآن پاک نے بتایا ہوا ہے کہ

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط (ال عمران: ۱۲۰)

ترجمہ: ''اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی۔''

قرآن پاک میں کہا گیا ہے:

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا O (الفرقان: ۵۲)

ترجمہ: ''اور قرآن سے ان کا زور و شور سے مقابلہ کیجئے۔''

آپ ﷺ اس قرآن کے ساتھ ان کے ساتھ جہادِ کبیر کریں۔ یہ مکی آیت ہے اور اس آیت کے بعد کوئی جہاد نہیں ہوا حالانکہ صحابہ کرامؓ اسی وقت عمل کرتے تھے۔ یہ جہادِ کبیر قرآن کی دعوت ہے۔ آپ اس دعوت کو لے کر آگے بڑھیں اور اس کو جوش و خروش کے ساتھ اور سوز و گداز کے ساتھ بیان کریں کہ یہ کافر کے باطن کو ہلا کر رکھ دے۔ ایک عورت عمر فاروقؓ کی بہن نے ایک آیت پڑھی تو وہ آدمی جو اسلام کا خاتمہ کرنے کے لیے تلوار لے کر نکلا ہوا تھا اس کا دل نرم ہوا اور اس کی تلوار ان آیتوں کے آگے سرنگوں ہوگئی۔ اقبال نے کہا ہے:

(باقی صفحہ:۴۰ پر)

﴾جنوبی افریقہ سے ایک خط﴿

بسم اللہ الرّحمنِ الرّحیم ط

سیدی و مولائی :

اسلام علیکم ورحمت اللہ! ۳/۴/۲۰۰۵

اس سے قبل تین عدد خطوط ارسال کیئے تھے۔آپ کا ارسال کردہ ماہنامہ غزالی موصول ہوا تھا۔بار بار پڑھا،ایمان تازہ ہوا۔خوش قسمت ہیں میرے پیر بھائی جو آپ کے قریب رہ کر آپ سے دن رات فیضیاب ہورہے ہیں۔

آپ کو مارچ میں ساؤتھ افریقہ مدعو کرنے کا اِرادہ تھا لیکن حالات کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں کرائے کے مکان میں رہتا آرہا تھا۔کرایہ تقریباً ۵۰،۰۰۰ روپے ماہوار بنتا تھا۔لہٰذا مکان خریدنا ناگزیر ہوگیا تھا۔لیکن مکان سودی بنکوں سے لے نہیں سکتا تھا۔واحد بنک البرکہ تھا لیکن اس کا Deposit اور قسط بہت زیادہ بنتی تھی،اور اُن کا Process بھی بہت پیچیدہ اور لمبا ہے۔بہرحال کافی تگ ودو کے بعد البرکہ بنک نے منظوری دے دی۔Deposit بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی قرض لینا پڑا جو کہ اب بھی باقی ہے۔نومبر ۲۰۰۴ء میں ہم نئے گھر میں منتقل ہو گئے ہیں۔گھر کنگ ولیمز ٹاؤن میں ہے۔

مارچ میں تو آپ کی زیارت کا ارمان پورا نہ ہوسکا لیکن آپ سے نہایت عاجزانہ التماس ہے کہ آپ اگست میں تشریف لانے کی کوشش فرمائیں۔انشاءاللہ میں بہت جلد Sponsership اور باقی ضروری چیزیں ارسال کردوں گا۔ویزا کے لئے ابھی سے Apply فرمائیں گے تو آخری وقت میں دِقّت نہیں ہوگی۔

آپ کو مبارکباد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ کی دُعاؤں سے مجھے Chief Director بنا دیا گیا ہے۔چند ہفتے پہلے مجھے وزیرِ صحت نے بلایا تھا اور کہا کہ تم نے دوسال کے اندر محکمے کے لئے بہت بڑی بڑی Achievements کی ہیں۔لہٰذا میں تمہیں چیف ڈائریکٹر بنانے کا اِرادہ رکھتا ہوں۔پھر ایک ہفتہ پہلے اس نے ایک Press Conference میں اعلان بھی کردیا۔اس کے بعد یکم اپریل کو مجھے

Permanent Secretory نے بلایا اور کہا کہ وزیرِ صحت تمہیں چیف ڈائریکٹر بنانا چاہتا ہے۔لہٰذا چار اپریل کو تمہیں Appointement Letter مل جائے گا۔
فی الحال یہ پوسٹ Acting کے طور پر ہوگی۔وزیرِ صحت نے مجھے تنہائی میں بتایا کہ جب یہ پوسٹ Advertise کریں گے تو تم ضرور Apply کرنا۔میں تمہیں دلواؤں گا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ تمہاری کارکردگی کی وجہ سے ہے۔
میرے قبلہ کہاں میں اور میری کارکردگی، یہ سب ظاہری بہانے ہیں۔باطنی راز تو یہ ہے کہ یہ سب آپ کے جوتوں کا صدقہ اور آپ کی نظرِ کرم اور والدہ صاحبہ کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے۔حکمرانوں کے دل بلکہ سب انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں، جدھر چاہے موڑ دے۔آپ کی دُعاؤں سے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈائریکٹر کی پوسٹ دلوائی تھی اور اب بھی آپ کی خصوصی نظرِ عنایت ہوئی ہے۔ورنہ میں کس باغ کی مولی ہوں ۔بہرحال اصلی کامیابی تو آخرت کی ہے جس کے لئے آپ کی غلامی اختیار کی ہوئی ہے۔
نئی پوسٹ پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ محنت اور لگن کی توفیق عطاء فرما کر اس ذمّہ داری کو خوش اُسلوبی سے نبھا کر سرخرو فرمائیں اور خدمتِ خلق کروائیں۔میں سمجھتا تھا کہ بڑی پوسٹیں بڑا آدمی بننے کے لئے ہوتی ہیں، یہ آپ کی غلامی اور آپ کی مبارک صحبت سے کھلا کہ بڑی پوسٹیں بڑے پیمانے پر خدمتِ خلق کے لئے ہوتی ہیں۔دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عجز وانکساری نصیب فرمائیں۔
ہمارے وزیرِ صحت کے لئے بھی دُعا فرمائیں۔ان کا نام BOVENGOQWANA ہے۔
Bush کو اکثر برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ایک دفعہ ایک بہت بڑا فنکشن تھا، میں نے محکمے کے لئے ایک پالیسی بنائی تھی جو اس فنکشن میں، میں نے Present کی۔اس کے بعد وزیر صاحب کی تقریر تھی، اُنہوں نے اس طرح شروع کی "I start with the name of Jesus and the name of ALLAH and Muhammad" اس کے بعد یوں کہا You see,if you throw a ball on the ground,it will rebounce up,the Bush is pressing muslims down and we(the governement of South Africa)are rallying around muslims" (میں عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تبارک وتعالیٰ اور محمد ﷺ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔اس کے بعد کہا دیکھیئے اگر آپ ایک گیند زمین پر پھینکیں تو وہ اُچھلتا

ہے۔ بش مسلمانوں کو نیچے دبا رہا ہے جبکہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔) تقریر کے دوسرے دِن میں اُن کے کمرے میں گیا اور کہا کہ آپ مسلمانوں کی حمایت میں بُش کو برا بھلا کہہ کر اپنی سیٹ کو Risky (خطرناک) بنا رہے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ ہمیں ظالموں کے خلاف بولنا چاہیئے، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

میرے قبلہ، دُنیا و آخرت کے سنوارنے کے لئے آپ کی مسلسل رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔ یہاں رہتے ہوئے یہ راہنمائی آپ کے خطوط اور ملفوظات پڑھ کر ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ اگر آپ کو وقت ملتا رہے اور کرم فرماتے رہیں تو اس سیہ کار کی دُنیا و آخرت کی اصلاح ہوتی رہے گی اور آپ کا مشن بھی جاری رہے گا۔ یہ وہ درخواست ہے جو آپ سے بیعت ہونے سے پہلے اپنے ابتدائی خظ میں آپ سے کی تھی، جسے آپ نے منظور فرمایا تھا۔ مجھے الہامی طور پر آپ کے حوالے کیا گیا تھا، آپ نہیں سنبھالیں گے تو کہاں جاؤں گا۔ اسی دَر سے مجھے نسبت ہے اور اسی سے فیض بھی حاصل ہے۔

جو شخص غیر اسلامی ملک میں ہو، اور اپنے شیخ و مربّی سے دُور ہو اس کی تربیّت اور آداب میں کمی ضرور ہوگی۔ لہٰذا اگر مجھ سے نادانستہ طور پر کوئی بے ادبی ہوجائے تو معاف فرمادیں، تمام پیر بھائیوں کو سلام۔

☆ تازہ نعت شریف کے چند اشعار ☆

''ہوا جو آپ کے در کا بھکاری، یا رسول اللہ (ﷺ)
تو رب نے اس کی قسمت ہے سنواری، یا رسول اللہ (ﷺ)
تصور مشکلوں میں جب مجھے آتا ہے روضہ کا
مواجہ میں کھڑا کہتا ہوں پھر میں، یا رسول اللہ (ﷺ)
فدا صاحب و اشرف خاں سلیمانیؒ کے خادم ہیں
یہی ہے بس، یہی پونجی، ہماری یا رسول اللہ (ﷺ)''

وسلام!

فقط آپکا خادم

گستاسپ جنوبی افریقہ

﴿فراستِ ایمانی﴾

ظہورالٰہی فاروقی

ہندوستان میں ایک بہت بڑے بزرگ ''حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ علیہ'' گزرے ہیں یہ بڑے زبردست عالم تھے۔ جب ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی تو گاندھی جی نے حکیم اجمل خان صاحب' ڈاکٹر انصاری صاحب' مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو جمع کر کے یہ کہا کہ اس تحریک کے اندر اُس وقت تک جوش پیدا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں کوئی بڑے مذہبی پیشوا شامل نہیں ہوں گے۔ لہٰذا کسی طریقے سے مذہبی پیشواؤں کو اس میں شامل کیجئے۔! طے یہ ہوا کہ ایک دِن گاندھی جی کے ساتھ ایک ڈپوٹیشن (DEPUTATION) مولانا محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جائے، چنانچہ سب کے سب مل کر گاندھی جی کے ساتھ مولانا محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس گئے اور گاندھی جی نے مولاناؒ سے کہا کہ مولانا! میں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ کیا، اُن کی زندگی سے بہتر کسی کی زندگی کو میں نے نہیں پایا، اُن کی زندگی سب سے اعلیٰ اور سب سے اُونچی زندگی تھی اور میں نے قرآن کا بھی مطالعہ کیا ہے، میں نے اس کتاب کو سب سے اعلیٰ اور مقدس ترین کتاب پایا چنانچہ میں نے اس کا کچھ حصہ اپنی دُعاء میں بھی شامل کر لیا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی تعریفیں کیں۔

مولانا محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گاندھی جی! آپ نے پیغمبر اسلام کی جتنی تعریفیں کی ہیں وہ ٹھیک ہیں، ہمارے پیغمبر ﷺ اس سے بھی اُونچے تھے اور آپ نے قرآنِ کریم کی جتنی تعریفیں کی ہیں وہ بھی ٹھیک ہیں، ہمارا قرآن اس سے بھی اُونچا ہے لیکن گاندھی جی! مہربانی کر کے رسولِ خدا ﷺ کا اور قرآنِ کریم کا وہ عیب (معاذ اللہ) بھی تو بتا دیجئے جس کی وجہ سے آپ نے اب تک ایمان قبول نہیں کیا ہے! جب قرآنِ کریم آپ کو ساری دُنیا کی کتابوں میں سب سے بہتر کتاب معلوم ہوتی ہے، پیغمبر اسلام ﷺ اور اُن کی زندگی آپ کو سب سے بہتر زندگی معلوم ہوتی ہے۔ پھر آپ کو وہ کون سا عیب اُن کے اندر نظر آیا جس کی وجہ سے اب تک آپ ایمان نہیں لائے ہیں؟ اب گاندھی جی بغلیں جھانکنے لگے، اُن سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ جب کوئی شکاری شکار کرنے کے لئے نکلتا ہے تو شکار گاہ میں جا کر جانوروں کی بولی بولتا ہے تا کہ جانور جال میں پھنس جائیں، اسی طرح آپ کے دِل میں نہ پیغمبر اسلام ﷺ کی کوئی عظمت ہے اور نہ قرآنِ کریم کی کوئی عظمت ہے! آپ صرف مجھے پھانسنے کے لئے آئے ہیں اس لئے میری بولی بول رہے ہیں۔

﴿انتخاب از: ماہنامہ محاسن اسلام، جون ۲۰۰۵﴾

ڈاکٹر قیصر علی ﴿سفرنامۂ مقدونیہ﴾ (قسط نمبر:۳)

بھائی سیف اللہ کی کہانی اُسی کی زبانی:

سر پر پگڑی، ہاتھ میں چھڑی، چہرے پر مسنون داڑھی، چھ فٹ قد، مضبوط بدن اور عربی لباس میں ملبوس وہ ایک کرشمہ ساز شخصیت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بے پناہ استعدادیں دی ہیں وہ مقدونیہ میں اللہ تعالیٰ کی تلوار ہیں اور یہی اُن کا نام ہے۔

میری اُن سے ملاقات اُن کی دُکان میں ہوئی۔ مختلف قسم کی خوشبوئیں، مسواک، برقعے، ٹوپیاں یہ اُن کی دُکان کا کل سامان ہے۔ پہلی ملاقات ہی میں اتنا متاثر ہوا کہ پھر میں روزانہ اُن کی دُکان پر جاتا۔ وہ گاہکوں سے فارغ ہوتے تو مجھ سے گفتگو کرتے۔ لیکن مجھے یہ زیادہ اچھا لگتا کہ وہ گاہکوں سے گفتگو کریں کیونکہ جب وہ گاہک سے محوِ گفتگو ہوتے تو میں اُن کو دیکھتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُان کے چہرے میں ایسی کشش رکھی ہے کہ دل کھچا چلا جاتا ہے۔

آپ سکوپے شہر کے پرانے بازار میں کسی مسلمان سے اُس کا نام پوچھیں وہ اُس کو جانتا ہوگا۔ وہ اپنی دُکان سے نکل کر جب مسجد جانے لگتا ہے تو لوگ اُس کے لیے راستہ چھوڑتے ہیں، سڑک پر گاڑیاں رُک جاتی ہیں لیکن وہ ان سب سے بے نیاز نظریں جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے اپنے راستہ پر چلا جاتا ہے۔ ہر نماز کے وقت یہی ہوتا ہے۔ لوگ اُس کا تماشا کرتے ہیں لیکن وہ اپنی دُنیا میں مگن ہے۔ میں نے جب اُس سے پوچھا کہ کفر کے اندھیروں میں جبکہ مسلمانوں پر غفلت کے پردے چھائے ہوئے ہیں اُس کی زندگی میں یہ انقلاب کیسے آیا۔ تو وہ بولا "یہ ۱۹۸۱ء کا واقعہ ہے جب میں نے اپنا سکول ختم کیا میری عمر اٹھارہ برس تھی۔ اُس وقت مقدونیہ، یوگوسلاویہ کا حصہ تھا، کمیونسٹ حکومت تھی۔ اٹھارہ برس کے ہر نوجوان کے لیے لازمی تھا کہ وہ ۱۸ مہینے فوجی ٹریننگ کرے۔ سکول کے دوران میں ایک زبردست اتھلیٹ تھا جوڈو کراٹے، باکسنگ، والی بال اور تیراکی میں ہمیشہ اوّل آتا۔ جب میں فوجی ٹریننگ کے لیے چلا گیا تو ایک سال کے بعد مجھے کمانڈوز کی سپیشل ٹریننگ کے لیے چنا گیا۔ اس ٹریننگ کے دوران کبھی کبھار ہمیں ہیلی کاپٹر سے کسی پہاڑ وغیرہ پر گرایا جاتا۔ جہاں ہمیں صرف ایک چاقو دیا جاتا اور بغیر خوراک کے ہمیں پندرہ دن پہاڑوں میں رہنا ہوتا۔ چاقو سے ہم اپنے لیے گھاس کاٹ کر یا کوئی جانور مار کر کھاتے اور اسی پر پندرہ دن گزارتے۔ یہ پندرہ دن میری زندگی کے واحد لمحات ہوتے جس میں میں فارغ ہوتا۔ میں گھنٹوں

بیٹھا رہتا آسمان کی طرف دیکھتا۔ مجھے اتنا پتہ تھا کہ میں ایک مسلمان ہوں اور ہمارا ایک ہی اللہ ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتا تھا مجھے کلمہ بھی نہیں آتا تھا صرف بسم اللہ یہی دو لفظ مجھے یاد تھے۔ لیکن جب میں آسمان کی طرف دیکھتا تو میں کہتا یا اللہ اگر تو اس آسمان میں ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے تو مجھے دیکھ کہ میں تجھے مانتا ہوں اور تجھ سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن مجھے نہیں پتہ کہ میں تجھے کیسے خوش کروں۔ میرے پاس قرآن مجید کا ایک نسخہ تھا۔ میں اُسے کھولتا اور کہتا یا اللہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تیری باتیں ہیں۔ لیکن میں تو اسکو سمجھتا نہیں۔ اگر تیری باتیں ہیں تو خوبصورت ہی ہوں گی۔ ایک دفعہ اسی حالت میں میں بہت رویا اور شاید یہی رونا میری ہدایت کا ذریعہ بن گیا۔ میری فوجی ٹریننگ ختم ہوئی اور میں گھر چلا آیا۔ یہاں پر کچھ اوباش لڑکوں سے میری دوستی ہوئی۔ ایک دفعہ ہمارا پروگرام بنا کہ ہم اٹلی جاتے ہیں وہاں سیر سپاٹا کر کے واپس آئیں گے۔ میں ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھا اپنے دوستوں کا انتظار کر رہا تھا کہ اتنے میں ہمارے محلے کا ایک آدمی آیا۔ یہ وہ دور تھا جب کمیونسٹ حکومت نے چالیس سال بعد پہلی مرتبہ مساجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ ہمارے محلے کا یہ آدمی مسجد میں نماز پڑھتا تھا۔ وہ میرے ساتھ بیٹھ گیا اور مجھے نماز پڑھنے کی دعوت دینی شروع کی۔ اُس نے کچھ اس انداز سے بات کی کہ میرے دل پر بے حد اثر ہوا۔ یہ ظہر کا وقت تھا میں اس کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے روانہ ہوا۔ اتنے میں میرے ساتھی بھی پہنچ گئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں اب آپ لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکتا میں نماز پڑھوں گا۔ اُنھوں نے کہا کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟ ابھی تو تم نوجوان ہو جب بوڑھے ہو گے تب نماز پڑھنا۔ میں نے کہا نہیں آپ لوگ جائیں میں نہیں جاؤں گا۔ میرے دوست چلے گئے۔ میں ظہر کی نماز کے لیے زندگی میں پہلی مرتبہ مسجد میں داخل ہوا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ ہر مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہوتا ہے میں جیسے ہی داخل ہوا مجھ پر بے حد رعب طاری ہوا۔ میں فوراً بیٹھ گیا اُس نیک آدمی نے مجھے نماز پڑھائی کیونکہ مجھے تو ایک حرف بھی یاد نہیں تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُس پہلی نماز میں جتنا مزہ آیا تھا وہ پھر کبھی نہیں ملا۔ جب اُس آدمی نے مجھے کہا کہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی ہے۔ تو میرے پورے بدن پر کپکپی طاری ہوئی اور مجھے خیال آیا کہ مجھے نماز پڑھنا نہیں آتا اس لیے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو گیا۔ جسکی وجہ سے مجھ پر لرزہ طاری کر دیا۔ خیر اُس دن میں نے ساری نمازیں پڑھ لیں۔ اور اُس کے بعد میں باقاعدگی سے نمازیں پڑھنے لگا۔ میں نے اذان بھی سیکھ لی اور کبھی کبھار اذان بھی دینے لگا۔ اُس دور میں مسجد کے اندر آہستہ سے اذان دیا کرتے تھے۔ لیکن میں تو کمانڈو تھا۔ ایک دن

میں نے مسجد کے منارہ پر چڑھ کر بلند آواز سے اذان دی۔لوگوں نے شکایت کی، پولیس والے مجھے پکڑنے کے لیے آگئے لیکن امام مسجد نے بیچ بچاؤ کرادیا۔امام مسجد نے دین کے ساتھ میرا لگاؤ دیکھ کر مجھے مشورہ دیا کہ میں قرآن سیکھوں۔اُن دنوں یہاں ایک بزرگ شیخ ادریس ہوتے تھے جو اب فوت ہوچکے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرماویں (ایک دوسرے شیخ ادریس بھی ہیں، جو ابھی حیات ہیں اور اُن سے میری ملاقات بھی ہوئی تھی) میں نے اُن سے قرآن پڑھنا شروع کیا۔جب قرآن پڑھنا سیکھ لیا تو پھر میں نے عربی سیکھنی شروع کی۔شیخ ادریس نے مجھے کہا کہ اگر آپ صحیح عربی سیکھنا چاہتے ہیں تو شام چلے جائیں، اُنھوں نے مجھے شیخ عبد القادر کے نام ایک خط دیا۔اور یوں میں ۱۹۸۲ء کے اواخر میں شام چلا آیا۔تین سال شام میں گزارے، عربی سیکھی۔تین سال کے بعد وطن کی یاد ستائی تو میں واپس یوگوسلاویہ چلا آیا۔یہاں پہنچنے کے بعد پولیس والوں نے تنگ کرنا شروع کیا تو میں بھاگ کر ناروے چلا گیا۔اور دس سال ۱۹۸۵ تا ۱۹۹۵ تک ناروے میں رہا۔ ناروے ہی میں تبلیغی جماعت کے ساتھ تعلق بنا اور ناروے میں خوب تبلیغ کا کام کیا۔یہیں پر میں نے ایک عیسائی عورت کو مسلمان کر کے اُس سے شادی کی۔سال بعد میرا پہلا بیٹا پیدا ہوا۔میں نے اُس کا نام معاذ رکھا۔دو سال بعد میری بیوی کو اپنے بہنوں اور والدین نے کچھ اس طرح پھسلایا کہ وہ مجھ سے جدا ہو کر مرتد ہوگئی اور معاذ کو بھی اپنے ساتھ لے گئی۔میری بیوی نے مجھے کہا کہ میں تمھیں پسند کرتی ہوں لیکن پردہ کرنا، دوستوں سے نہ ملنا، کلبوں میں نہ جانا میں یہ نہیں کرسکتی۔میں نے کہا اگر تم یہ نہیں کرسکتی تو ہمارے راستے جدا ہیں۔میں معاذ کے پیچھے روتا رہتا اور کبھی کبھار اُسے دیکھنے کے لیے جاتا۔اس دوران چار سال گزر گئے۔ایک دفعہ انہی دنوں میری تشکیل ہندوستان ہوگئی، حضرت انعام الحسنؒ رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔مجھ سے بے حد محبت فرماتے۔جب میرا وقت ختم ہوا تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ اب تم ناروے چھوڑ کر مقدونیہ واپس آجاؤ اور یہاں پر کام کرو۔ناروے میں کام کرنے والے لوگ ہیں لیکن مقدونیہ میں کوئی نہیں۔پہلی بیوی سے جدائی کے بعد میں نے ایک مقدونیائی عورت سے شادی کرلی تھی۔اُس سے بھی میرا بیٹا ہوا جس کا نام میں نے محمد عبداللہ رکھا۔میں نے اپنے سارے حالات حضرت شیخ کو سنادیے۔میں نے حضرت شیخ سے کہا کہ میں تو مقدونیہ چلا آؤں گا لیکن میں یعقوب علیہ السلام کی طرح معاذ کے پیچھے اندھا ہوجاؤں گا۔حضرت شیخ نے فرمایا کہ آپ دین کا کام کریں معاذ کو اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کی طرح تجھ سے ملادے گا۔پھر میں نے کہا میں مقدونیہ میں کیا کروں گا میری مالی حالت بھی اچھی نہیں۔حضرت شیخ نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے ناروے سے زیادہ خوش رکھے گا۔میں ہندوستان سے ناروے چلا آیا۔یہاں پر ہمارے ایک بہت

متقی اور بصیرت والے ساتھی تھے جن کا نام فضل الرحمٰن تھا۔ اُن سے میں نے سارے حالات گوش گزار کیئے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لیکن تم جاتے ہوئے معاذ کے لئے بھی ٹکٹ لینا۔ میں نے کہا اُس کی ماں اُس کو میرے ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گی۔ اُس نے کہا تم ٹکٹ لے لو اور جس طرح میں کہوں اسطرح کرنا۔ خیر میں نے معاذ کے لیے ٹکٹ خرید لیا۔ ۲ بجے میری فلائٹ تھی۔ بھائی فضل الرحمٰن نے مجھے کہا کہ ۱۰ بجے ہم معاذ کو لینے کے لیے جائیں گے میں نے کہا لیکن وہاں جا کر میں کہوں گا کیا۔ اُس نے کہا تم جو بھی کہو اللہ تعالیٰ نے معاذ تمھیں دے دیا ہے وہ تمھارے ساتھ جائے گا۔ ۱۰ بجے جب میں معاذ کی والدہ کے گھر پہنچ گیا میں نے گھنٹی بجائی تو معاذ باہر آیا۔ میرے ساتھ بریف کیس دیکھ کر معاذ نے پوچھا بابا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا میں تمھارے دوسرے بھائی کے پاس جا رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے اپنی بیوی اور بچے محمد عبداللہ کو پہلے ہی مقدونیہ بھیج دیا تھا۔ معاذ نے مجھ سے پوچھا کیا میرا دوسرا بھائی بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں، اُس نے کہا کیا وہ بہت خوبصورت ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا میں بھی اُسے دیکھنے کے لیے جاؤں گا۔ میں نے کہا اچھی بات ہے۔ ہماری یہ ساری باتیں اُس کی امی سن رہی تھی معاذ نے اپنی امی سے کہا: امی میں بابا کے ساتھ اپنے بھائی کو دیکھنے کے لیے جاؤں گا مجھے کپڑے تبدیل کراؤ۔ امی نے کہا نہیں تم نہیں جاؤ گے۔ ماں بیٹے کے اس تکرار میں معاذ رونے لگا اور اتنا رویا چلایا کہ اُس بلڈنگ میں رہنے والے سارے لوگ اُٹھ کر چلے آئے۔ خیر ماں بیٹے کے سامنے مجبور ہوگئی۔ جب اُسکو میرے حوالے کرنے لگی تو کہا کہ اللہ کی قسم کھا کر وعدہ کرو کہ تم اسے مجھے واپس کرو گے۔ میں نے تین مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر وعدہ کیا کہ میں ضرور اسے تمھارے ہاں واپس لے آؤں گا۔ جب اُس نے معاذ میرے حوالے کیا تو میں سمجھا شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ خیر اگلا مشکل مرحلہ ائیر پورٹ پر پیش آیا کیونکہ میرا پاسپورٹ مقدونیہ کا تھا اور بچے کا نا روے کا تھا۔ اور ان دنوں کچھ بچوں کی اغوا کی وجہ سے حالات بہت سخت تھے۔ بھائی فضل الرحمان نے مجھے دلاسہ دیا کہ آپ جائیں اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔ اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ پاسپورٹ چیک کرنے والی خاتون کو معاذ نظر ہی نہ آیا نہ ہی اُس کے پاسپورٹ کو دیکھا۔ میرے پاسپورٹ پر سٹیمپ لگایا اور یوں میں مقدونیہ پہنچ گیا۔

ایک ہفتہ بعد معاذ کی ماں بھی میرے پیچھے مقدونیہ پہنچ گئی۔ اور مجھے کہنی لگی کہ تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں میں نے تمھارے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ معاذ تمھیں واپس کر دوں گا اور میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ اُس نے کہا میں ایک مہینہ یہیں ٹھہروں گیا ور ایک مہینہ کے بعد میں معاذ کو لے جاؤں گی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے

میں نے اُس کے لیے ایک گھر کرائے پر لے لیا اور اپنی بہن کو اس کی خدمت کے لیے مقرر کر دیا۔ اللہ کا کرنا کیا ہوا کہ ایک دن میری بہن اُس کے کپڑے دھو رہی تھی کہ اُس نے دیکھا کہ ہوائی جہاز کے دو ٹکٹ تھے اور اُس پر ایک دن بعد کی تاریخ تھی۔ میری بہن نے مجھے ٹیلی فون کیا میں جلدی سے چلا آیا۔ اور معاذ کی ماں کو کہا کہ تم کب واپس جا رہی ہو اُس نے کہا ایک مہینہ بعد۔ میں نے کہا مجھے اپنے ٹکٹ دکھاؤ۔ اُس نے کہا کیا تمھیں مجھ پر شک ہے؟ میں کہا ہاں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کب جاؤں گی۔ خیر بڑی تکرار کے بعد اُس نے اقرار کیا کہ اُس نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ اور وہ کل جا رہی ہے میں نے کہا میں نے تمھارے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ تم معاذ کو لے جا سکتی ہوں۔ ہماری باتیں معاذ بھی سن رہا تھا۔ اُس وقت اس کی عمر صرف چار سال تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈال دیا اور وہ رو رو کر چلا کر کہنے لگا کہ میں اپنے بابا کے پاس ٹھہروں گا۔ اس کی ماں نے اُس کو ہزار بہلایا پھسلایا لیکن وہ برابر روئے جا رہا تھا۔ اور کسی طرح سے مجھ سے جدا نہیں ہو رہا تھا۔ جب اُسکی ماں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ بھی چیخنے چلانے لگی اور اپنے بال نوچنے لگی۔ لیکن معاذ پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اگلے دن اُس نے پھر بہت کوشش کی لیکن معاذ اُس کے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ اور اُسے مجبوراً معاذ کو یہاں چھوڑنا پڑا۔ شروع شروع میں وہ مہینے میں کئی مرتبہ ٹیلی فون کرتی لیکن معاذ مشکل سے اُس کے ساتھ بات کرنے پر راضی ہوتا۔ آہستہ آہستہ اُس نے بھی ٹیلی فون کرنا بند کر دیا۔ چھ سال پہلے ایک دن اُس نے ٹیلی فون کیا اور بہت زیادہ روئی۔ میں نے معاذ سے کہا کہ آخر تمھاری ماں ہے اُس سے بات کرو۔ لیکن معاذ راضی نہ ہوا۔ میں نے کہا تم کیوں اپنی ماں کے ساتھ بات نہیں کرتے ہو تو اُس نے کہا کہ میری ماں کافر ہے اور میں ایک کافر سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اُس دن کے بعد اُسکی ماں نے پھر رابطہ نہیں کیا۔ دو سال پہلے جب میں نے تیسری شادی کر لی تو میری موجودہ بیوی کو بہت دُکھ ہوا۔ اُس نے ایک دن غصے میں آ کر معاذ سے کہا کہ تم میرے بیٹے نہیں ہو۔ معاذ کو اس سے سخت صدمہ پہنچا اور میرے پاس آ کر کہنے لگا۔ کہ میری ماں کہاں ہے؟ میں نے کہا تمھاری ماں ناروے میں ہے۔ اگر تم اُس سے ملاقات کرنا چاہتے ہو تو میں تمھیں بھیج دوں گا۔ پھر اُس نے کہا آپ نے میری ماں کو کیوں چھوڑا تھا۔ میں نے ساری باتیں دُہرائیں تو کہنے لگا کہ نہیں میں ایک کافر عورت کے پاس کبھی نہیں جاؤں گا۔

سکوپیہ میں میری اقامت کے دوران تقریباً روزانہ میری (ڈاکٹر قیصر) ملاقات معاذ سے بھی ہوتی۔ ماشاء اللہ بہت دیندار اور سجھ بوجھ والا اور خاموش نوجوان ہے۔ رمضان کے آخر میں جب میری واپسی میں کچھ ہی دن رہ گئے تھے۔ سیف اللہ بھائی نے چوتھی شادی کر لی جس کا نکاح بندہ نے پڑھایا۔

میں نے سیف اللہ سے پوچھا کہ جب حکومت کی طرف سے دو بیویاں رکھنا جرم ہے تو تم کیسے تین بیویاں رکھ رہے ہو۔تو اُس نے جواب دیا کہ جب دوسری بیوی سے میری اولاد ہوئی اور میں اُس کا نام رجسٹر کرنے کے لیے دفتر گیا۔تو اُنھوں نے ماں کا نام پوچھا جب میں نے ماں کا نام بتایا۔تو اُنھوں نے پوچھا کہ تمھاری پہلی بیوی کدھر ہے؟ میں نے کہا وہ بھی میری ساتھ ہے۔تو اُنھوں نے مجھے پولیس کے حوالے کیا کہ اس شخص کی دو بیویاں ہیں۔پولیس والوں نے مجھ سے انکوائری کی تو میں نے بتایا کہ یہ میری گرل فرینڈ ہے۔اُنھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے لیکن بچے کا کیا ہوگا۔میں نے کہا اُسے رجسٹر کرنا ہوگا۔آخر اُنھوں نے رجسٹر کرلیا۔پھر چند مہینوں کے بعد صبح کی نماز کے بعد دوبارہ خفیہ پولیس والے مجھے ساتھ لے گئے۔وہاں اُنھوں نے مجھ سے طرح طرح کے سوالات پوچھے۔مثلاً یہ کہ تم مسلمان نوجوانوں کو یہ کیوں کہتے ہوں کہ زیادہ بچے پیدا کریں اور چار چار شادیاں کرو۔میں نے کہا یہ ہمارے مذہب میں جائز ہے اور زیادہ بچے پیدا کرنا ہمارے ملک کے لیے مفید بھی ہے۔اُس نے کہا کل تمھارے دس بچے میرے دو بچوں کے ساتھ لڑیں گے تو میرے بچے کیا کریں گے۔میں نے کہا یہ آپکی سوچ ہے۔میری سوچ یہ ہے کہ میرے دس بچے آپکے دو بچوں کو ساتھ ملا کر بھائی چارے کی فضا قائم کریں گے اور اپنے ملک کو ترقی دیں گے۔اُس نے کہا بڑے چالاک ہو۔پھر کہنے لگا کہ ہم تمھیں چھوڑ دیں گے لیکن تم نوجوانوں کو یہ باتیں نہ سنایا کرو۔اور مزید یہ کہ ہم تمھاری نگرانی کریں گے۔اور جب بھی تم نے ہمارے مفاد کے خلاف کوئی کام کیا تو پھر تمھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جیل میں رہنا ہوگا۔الحمدللہ میں بیرونی جماعتوں کے ساتھ حتی الوسع نصرت کرتا ہوں اور جہاں تک ہوسکتا ہے دین کی خدمت کر رہا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائے گا۔ (باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿باڑہ گلی میں سیمینار﴾

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ تصوّف کے موضوع پر باڑہ گلی میں سیمینار منعقد کر رہا ہے۔اس میں مندرجہ ذیل مشائخ کو مدعو کیا گیا ہے۔

۱۔حضرت مولانا اختیار الملک صاحب۔خلیفہ حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ

۲۔جناب شبیر احمد کاکا خیل صاحب۔خلیفہ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ

۳۔حضرت مولانا شاہ احمد سعید ہاشمی صاحب

۴۔حضرت ارشد الحسینی صاحب۔خلیفہ جناب قاضی زاہد الحسینی صاحب

مہمان بروزِ جمعرات ۱۴ جولائی ۲۰۰۵ء کا دن گزار کر شام کو یعنی شبِ جمعہ کو باڑہ گلی، جو ایبٹ آباد سے مری روڈ جاتے ہوئے ۳۰ کلو میٹر پر واقع ہے، پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔۱۵ جولائی، جمعہ کو نمازِ فجر کے بعد جہری ذکر، ختمِ

خواجگان اور دُعاء ہوگی۔اشراق، ناشتہ، چاشت کے بعد تعلیم اور مجلسِ سوال و جواب ہوگی۔نمازِ جمعہ و کھانے کے بعد آرام کا وقفہ ہوگا۔

عصر کی نماز کے بعد سیمینار کا با قاعدہ آغاز ہوگا جس کا افتتاح جناب ممتاز گل صاحب وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی کریں گے۔

اگلی ترتیب مندرجہ ذیل ہوگی:

۱۵ جولائی بروز جمعہ: مغرب تا عشاء بیان: جناب ارشد الحسینی صاحب

۱۶ جولائی: بعد نمازِ فجر: جہری ذکر، ختمِ خواجگان و دُعاء۔بعد چاشت ۹ تا ۱۲ بجے اصلاحی مجلس، حضرت مولانا اختیارُ الملک صاحب

عصر تا مغرب: انفرادی اذکار و اوراد۔

مغرب تا عشاء: بیان حضرت مولانا احمد سعید ہاشمی صاحب

۱۷ جولائی: فجر: جہری ذکر، ختمِ خواجگان، ۹۔۱۲ بجے اصلاحی مجلس جناب شبیر احمد کا کاخیل صاحب۔

آنے والے حضرات اپنا بستر ساتھ لائیں۔موسم ٹھنڈا ہوتا ہے اس لئے جرسی، جرابیں اور کمبل ضرور ہونا چاہئے۔مزاج زیادہ کمزور ہو تو کوٹ کی بھی ضرورت ہوسکتی ہے۔چھتری اور ٹارچ کے علاوہ بُوڑھے حضرات لاٹھی بھی ساتھ رکھ لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

﴿شیطان کا دھوکہ﴾

ایک شخص مال دفن کر کے جگہ بھول گیا، اپنی مشکل کے حل کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچا۔آپؒ نے فرمایا: یہ کوئی فقہی مسئلہ تو نہیں کہ میں تمہیں کوئی حیلہ بتادوں۔اچھا تم آج ساری رات نماز میں گزارنا۔چوتھائی رات ہی نماز میں گزری تھی کہ اُسے جگہ یاد آگئی اور مال نکال لایا۔صُبح امامؒ سے ذکر کیا تو فرمایا: کہ میں نے یہ اس خیال سے کہا تھا کہ شیطان تمہیں رات بھر عبادت کی مہلت نہیں دے گا اور جگہ یاد دِلا دے گا۔لیکن تمہیں چاہیے تھا کہ باقی رات شُکر کے طور پر نماز پڑھتے۔

﴿شیطان کی دُھولیں﴾

سید انشاء اللہ خاں انشاء ایک دِن نواب سعادت علی خاں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔گرمی سے گھبرا کر دستار سر سے اُتار کر رکھ دی...... مُنڈا ہوا سر دیکھ کر نواب کی طبیعت میں چھل سُوجی، ہاتھ بڑھا کر پیچھے سے ایک دُھول مار دی....انشاء نے جلدی سے دستار سر پر رکھ لی اور کہا: ’’سبحان اللہ! بچپن میں بزرگ سمجھایا کرتے تھے۔وہ بات سچ نکلی...... ننگے سر کھانا کھائیں تو شیطان دُھولیں مارتا ہے۔‘‘

﴿انتخاب از: ہنستے ہنساتے واقعات﴾